بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین............

اداریہ

مسائلِ حاضری حرمین شریفین

ممتاز عالم جناب مفتی محمد رفیق احمد صاحب بالاکوٹی استاذ جامعہ علوم اسلامیہ نے سال گزشتہ حج کی سعادت حاصل کی انہوں نے دوران سفر فقہی امور پر نظر رکھی اور یہی ایک فقیہ کا کام بھی ہے، انہوں نے یہ محسوس کیا کہ چند ایسے فقہی امور ہیں جن پر سعودی عرب کے منتظمین کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے، ان امور کا تذکرہ ہم نے جنوری ۲۰۱۷ کے شمارہ میں کیا تھا۔ ذیل میں ہم حج وعمرہ سے متعلق بعض دیگر اہم امور کو جناب محمد اعجاز مصطفیٰ صاحب کے الفاظ میں بتصرف یسیر پیش کررہے ہیں، ان مسائل کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اسے اپنے اداریے کا حصہ بنادیا ہے۔ (بشکریہ مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی) ہم امید کرتے ہیں کہ ان امور کی اصلاح کے سلسلہ میں ہماری وزارت مذہبی امور اور با اثر علماء کرام توجہ فرمائیں گے۔ اور مسؤلین سے رابطہ کرکے مذاکرات کریں گے تاکہ ان کی اصلاح کی کوئی صورت بن سکے۔ (مجلس ادارت)

حقِ حرمین اور عمرہ فیس!

حرمین شریفین امت مسلمہ کا مشترکہ روحانی ورثہ ہے‘ اس ورثہ میں عرب وعجم‘ مردوخواتین اور بوڑھے ‘ بچے سب برابر کے حق دار ہیں۔ حرم کے مستقل باسیوں کا حرم میں جتنا حق ہے اتنا ہی حق دنیا کے کسی اورکونے سے آنے والے کا ہے: ”**سواء ن العاکف فیه والباد**“ (**الحج: ۲۵**) کے ذیل میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگرکوئی مسلمان اپنے اس روحانی وراثتی حق سے جائز طور پر مستفید ہونا چاہے تو دنیا کا کوئی جابر حاکم یا جبری قانون اس کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔ کسی مسلمان کے لیے حرم شریف جانا ایسا ہی ہے جیسے وہ اپنے ملکیتی گھر میں یا محلے کی مسجد میں چلا جائے‘ جس طرح یہاں کسی کو رکاوٹ ڈالنے کا حق نہیں‘ اسی طرح حرم جانے والے کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا بھی شرعی وقانونی لحاظ سے جائز نہیں۔

آیت بالا کے ضمن میں جصاص‘ قرطبی اور رازی جیسی فقہی تفاسیر میں متعدد آثار واحادیث کے حوالوں

سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ حرم میں کسی کا ایسا امتیازی حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اس کے حق سے محروم کر سکے۔یہاں پر مفسرین نے ’’عاکف‘‘اور’’باد‘‘کے مساویانہ حق کی مراد میں دو قول ذکر فرمائے ہیں:

۱:......حرم اور اس کے اطراف کی املاک میں مالکانہ مساوات مراد ہے‘

۲:......عبادات کے استحقاق میں مساوات مراد ہے‘ پہلے قول کے مطابق بعض فقہاء نے حرم کے اطراف (مکہ) کی اراضی کی خرید وفروخت اور عمارتوں کے کرایہ لینے سے اس بنا پر منع فرمایا ہے کہ ارض حرم اور اس کی عمارتیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتیں‘ بلکہ وہ تمام مسلمانوں کی مشترکہ ملک ہے‘ ظاہر ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک سے کرایہ کا مطالبہ کرے تو وہ شرعاً جائز نہیں۔حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے مکہ والوں کو یہاں تک کہہ رکھا تھا کہ اپنے گھروں کے دروازے ہی مت بناؤ‘ اگر حفاظت کی خاطر دروازے بنانا ناگزیر ہو جس کی اجازت بھی دی گئی تھی‘ تو حاجیوں کے لیے دروازے بند کرنے پر اکھاڑنے کا حکم اور عمل بھی ملتا ہے۔اوائل اسلام میں تو مکہ کے ملکیتی گھروں کو سوائب (کھلی ملکیت) سے یاد کیا جاتا تھا‘ تاکہ ’’بـــــادی‘‘(باہر سے آنے والے حاجی ومعتمرین) جہاں چاہیں ٹھہر سکیں‘ اور آپؐ ہی سے یہ بھی مروی ہے:

’’من اکل کراء بیوت مکۃ فانما اکل ناراً فی بطنہ‘‘.

’’وروی عـن عـمـرؓ وابـن عباسؓ وجماعۃ الی ان القادم لہ النزول حیث وجدو علی رب المنزل ان یؤویہ شاء اوابی .وقال ذلک سفیان الثوریؒ وغیرہ۔‘‘(قرطبی)

یہ رائے حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ سے لے کر امام مالکؒ سفیان ثوریؒ اور بعد تک کے زعماء امت کی رہی ہے‘ **یعنی حرم مکی بلکہ یہاں کی اراضی اور عمارتوں کی ملکیت میں ’’عاکف‘‘(مقامی) اور’’باد‘‘(غیر مقامی) دونوں برابر کے حق دار ہیں‘ اسی لیے کسی سے کسی رہائش کا کرایہ وغیرہ لینا بھی ان حضرات کے ہاں ناجائز اور ظلم ہے**‘ یہ کرایہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی صاحب خانہ سے اپنے گھر میں رہنے کا کرایہ مانگنا‘ ظاہر ہے کہ یہ کرایہ نہیں بلکہ ناجائز ٹیکس بنتا ہے جو کہ ظلم ہے۔اس رائے کی رو سے حرم کی ساری عمارتیں ’’سرکاری سرائے‘‘اور’’رباط‘‘کے طور پر استعمال ہونی چاہئیں‘ مگر اللہ تعالی جزائے خیر دے امام اعظم ابوحنیفہؒ کو کہ انہوں نے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ نے بھی ’’الـذین اخرجوا من دیارھم الخ‘‘جیسی قرآنی آیت اور دیگر مختلف جوازی دلائل کی بنا پر مکہ مکرمہ

کی اراضی اور ذاتی عمارتوں پر مالکانہ حقوق کو جائز تسلیم فرمایا اور ملکیتی عمارتوں کے کرایہ لینے کی اجازت دی اور دوسری صدی سے لے کر تا حال حرم کے آس پاس کی عمارتوں کے کرائے کا جواز امام صاحبؒ کے جوازی فتوی کے مرہون منت ہے اور حرم سے لے کر دنیا کے اطراف تک امام صاحبؒ کے اس فتوی کو "تلقی بالقبول" حاصل ہے۔اس لیے مکہ کی رہائشی عمارتوں کی کرایہ داری پر کسی کو اشکال نہیں رہا۔امام صاحبؒ کے اس فتوی میں جہاں امت مسلمہ کی سہولت ہے وہاں حرم اور اہل حرم کا فائدہ بھی ہے اس لیے اس "حنفی مسئلے" پر کبھی کسی کو تشویش نہیں ہوئی اور نہ امام صاحبؒ کے اس فتوی کا روایات وآثار سے تقابل فرمایا گیا' بلکہ اس کے مقابلے میں مکہ کی عمارتوں کی کرایہ داری کو ناجائز بتانے والی تمام مرفوع روایات' آثار اور ائمہ کے اقوال کو "اخرجوا من دیارھم" والی آیات اور فعلی اجماع کے ذریعہ مرجوح قرار دیا گیا ہے۔حرم کی عمارتوں کے کرایہ کی ممانعت بتانے والی روایات کا حوالہ دینے کا یہاں مقصد صرف اتنا ہے کہ حرم شریف سے متعلق امت مسلمہ کا مشترکہ مالکانہ استحقاق بھی علمائے امت کے ایک طبقے کے ہاں بڑے دلائل سے منوایا گیا ہے' گوکہ یہ قول مرجوح سہی' مگر اتنا ضرور ماننا پڑے گا تعامل امت اور تلقی امت بھی شرعی احکام میں کچھ نہ کچھ مقام ضرور رکھتے ہیں۔

"سواء ن العاکف فیه والباد" میں جس مساوات کا بیان ہے اس میں ایک قول تو وہی ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہوئی' اس مساوات کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ حرمین میں عبادت کے استحقاق میں سارے مسلمان برابر ہیں۔عبادت کے حق میں "عاکف" اور "باد" کی مساوات اور برابری میں کسی کا ادنی اختلاف بھی نہیں ہے۔امام رازیؒ اس دوسرے قول کو ذکر فرماتے ہیں:

"القول الثانی: المراد جعل الله الناس فی العبادة فی المسجد سواء لیس للمقیم ان یمنع البادی وبالعکس قال علیه السلام: "یابنی عبدمناف! من ولی منکم من امور الناس شیئاً فلا یمنعن احداً طاف بهذا البیت او صلی اية ساعة من لیل او نهار." وهذا قول الحسنؒ ومجاهدؒ وقول من اجاز بیع دور مکة۔"

اس تقریر کا مدعا یہ ہے کہ حرم آنے والے مسلمان کو کسی بھی طور پر منع کرنا یا اس کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنا شرعاً جائز نہیں' بلکہ یہ عمل مسجد حرام سے روکنے کے مترادف ہے جس کی شناعت وممانعت

خود آیت بالا ''ومن اظلم ممن منع مساجد الله ۔''اور''صد عن المسجد الحرام'' جیسی دیگر آیات میں موجود ہے۔

بنابریں سعودی حکومت کی عمرہ پالیسی میں سردست دو امور انتہائی قابل غور ہیں:

ا:......ویزا فیس جبکہ ویزے پر''مجاناً'' لکھا ہوتا ہے۔

۲:......ایک سال یا تین سال کے دوران دوسرا عمرہ کرنے والے پر دو ہزار سعودی ریال کی ادائیگی کو لازم قرار دینا۔

حج یا عمرہ کے ویزے پر علانیہ یا غیر علانیہ فیس وصول کرنے کو درج بالا نصوص کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ حرم کی قریبی عمارتوں میں رہائش کی فیس سے زیادہ سنگین ہے، بلکہ براہ راست عبادت یا ارادہ عبادت پر ٹیکس کے مترادف ہے۔ایسا ٹیکس اگر مسلمان حاکم کی طرف سے **کسی غیر مسلم کے اپنے عبادت خانہ جانے پر مقرر کیا جائے تو وہ بھی بالاتفاق حرام ہے، چہ جائیکہ کسی مسلمان سے حرم جانے پر ٹیکس عائد کیا جائے**، شاید اسی وجہ سے سعودی حکومت عمرہ اور حج کے ویزے پر''مجاناً'' کا لفظ رقم کرنے کا اہتمام کرتی چلی آرہی ہے، مگر اب بعض ٹریول کمپنیوں اور دیگر ذرائع سے معلوم ہوا کہ اپرول یا ویزہ لگوانے کے لیے جو رقم وصول کی جاتی ہے اس میں سے سعودی حکومت کے پاس بھی کچھ جمع کرانا ہوتا ہے، جس میں حج وعمرہ پر فیس وصول کرنے کی ذاتی قباحت پر مستزاد **عبادت کو تجارت کا ذریعہ بنانے کی خرابی بھی لازم آرہی ہے، جو کہ خلاف شرع ہونے کے علاوہ امت مسلمہ اور سعودی حکومت کے درمیان بداعتمادی، بدگمانی اور نفرت کا ذریعہ بن رہی ہے۔** ہمارا خیال ہے کہ حج وعمرہ کے ویزوں کو آمدن کا ذریعہ بنانا سعودی حکومت کی ضرورت ہے نہ حکام بالا اس سے باخبر ہیں۔اگر ہمارا حسن ظن درست ہو تو سعودی حکومت کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ (اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر یہ انتہائی افسوسناک ہے اور قابل غور بھی......مدیر مجلّہ فقہ اسلامی)

ممکن ہے ویزہ فیس کو انتظامی خدمات کا معاوضہ قرار دیا جاتا ہو تو اس کی گنجائش ماننے کے باوجود یہ اشکال بالکلیہ رفع نہیں ہوسکتا کہ **''حرم'' جانا ہر مسلمان کا حق ہے اور اس حق تک رسائی کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنا جائز نہیں ہے، بلکہ رکاوٹ کا دور کرنا متعلقہ حکومت کا فریضہ ہے۔یہ فریضہ حرمین شریفین کی تولیت کی وجہ سے سعودی حکومت کا فرض منصبی ہے**، اسی کی بدولت تو سعودی

حکومت کوحق حکمرانی حاصل ہے۔اتنابڑامعاوضہ ملنے کے باوجودحج وعمرہ کے ویزہ کی معمولی فیسوں کولازم قرار دینایقیناً سعودی حکومت کی ضرورت بھی نہیں ہوسکتا۔

عمرہ فیس سے بڑھ کرمحل اشکال تین سال یاایک سال میں مکررعمرہ کرنے والے معتمرین پردوہزارسعودی ریال کی ادائیگی کولازم قراردیناہے۔دوہزارریال کی بابت تاوقت تحریر متعددمتضادخبریں سامنے آچکی ہیں'آخری اطلاع کے مطابق دوہزارسعودی ریال کی ادائیگی کوتین سال کے عرصہ کے ساتھ مشروط کرنے کی پالیسی واپس لے لی گئی ہے'جبکہ ایک سال کے دوران مکررعمرہ کرنے والوں پردوہزارریال کالزوم اب بھی باقی ہے'ممکن ہے آگے چل کرایک سال کے دوران متعددعمرے کرنے والوں کوبھی رعایت مل جائے۔تین سال سے ایک سال کی طرف آناخوش آئند ہے'یہ نیک شگون ہے کہ سعودی حکومت نے اپنی پالیسی کوقابل ترمیم سمجھا'اس پرہم سعودی حکومت کے مشکور ہیں۔

مگریہاں دوباتیں بڑی اہم ہیں'ایک یہ کہ **دوہزارریال کی شرط اوراس کی وصولی کی فقہی وشرعی حیثیت کیاہے؟** دوسری بات یہ ہے کہ اگریہ فیس شریعت'قانون اوراخلاق کی رو سے درست نہ ہوتوسعودی حکومت جسے امت مسلمہ ملوکیت کی بجائے اسلامی حکومت سمجھتی ہے'اس کی طرف سے اس طرح کے فیصلے کیسے سرزدہوتے ہیں؟ایسی پالیسی بنانے والے کون لوگ ہیں اوران کے مقاصدکیاہوسکتے ہیں؟یہ کہناتوقطعی غلط ہوگاکہ اتنے بڑے اقدامات کے پیچھے شریعت وقانون سے ناواقفیت کارفرماہے'ہاں!یہ ہوسکتاہے کہ سعودی حکومت کے پالیسی سازاداروں میں بھی سعودی حکومت کے بعض ایسے بدخواہ موجود ہوں جوسعودی حکومت اورامت مسلمہ کے درمیان غلط فہمی'دوری'بداعتادی اوربدگمانی پھیلانے پرکمربستہ ہیں اوران بدخواہوں کی کارستانی اوران کے عزائم سے حکام بالاپوری طرح آگاہ نہیں ہیں۔

حرم جانے پرفیس مقررکرناٹیکس ہے:

جہاں تک دوہزارریال کی ادائیگی کاتعلق ہے'اس کی فقہی حیثیت میں کئی احتمال گنوائے جاسکتے ہیں'مثلاً:تبرع'عطیہ'ٹیکس یاجرمانہ !ایک سال میں دومرتبہ عمرہ کرنے پردوہزار ریال کی ادائیگی

اگر اختیاری ہو جبری نہ ہو تو پھر اسے تبرع وعطیہ کہا جاسکتا تھا' مگر یہاں معاملہ برعکس ہے تو اب اس شرط کو ٹیکس یا جرمانہ ہی کہا جاسکتا ہے۔اگر ٹیکس قرار دیں تو یہ تاریخ کا وہ پہلا ٹیکس کہلائے گا جو کسی مسلمان حکمران کی طرف سے کسی عبادت کی ادائیگی پر عائد کیا گیا ہو'شریعت اسلامیہ کی رو سے مسلمان حکومت کے لیے حرام ہے کہ وہ غیر مسلموں سے ان کی عبادت گاہوں پر ٹیکس عائد کرے یا ان کی عبادتوں کی ادائیگی پر مالی یا انتظامی طور پر کوئی رخنہ ڈالنے۔حضرت عمرؓ نے تو غیر مسلموں کے رہائشی گھروں کو بھی مالی لگان سے مستثنیٰ رکھنے کا حکم جاری فرمار کھا تھا'الغرض اگر کافروں پر اس نوعیت کا ٹیکس حرام ہے تو مسلمانوں پر مسلمان حکمرانوں کی جانب سے حرمین جانے پر ٹیکس عائد کرنا کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر جائز ہوسکتا ہے؟ بلکہ یہ پالیسی تو حدیبیہ کے مقام پر''اس سال نہیں'آئندہ سال'' کی شرط اور پابندی کے مترادف ہے اور''منع عن المسجدالحرام'' اور''صدعن المسجدالحرام'' کی صریح حرمت کے تحت صراحۃً داخل ہوسکتی ہے'بلکہ''و مالهم ان لايعذبهم الله وهم يصدون عن المسجدالحرام''(الانفال:۳۴) کی رو سے عذاب خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے'جبکہ اس وقت پوری اسلامی دنیا اور سعودیہ کے لیے زمینی اور آسمانی عذابوں سے بچنے کی تدابیر سوچی جارہی ہیں۔

مجوزہ فیس مالی جرمانہ کی شکل ہے

اگر زائرین حرمین پر دو ہزار ریال یا اس جیسی مالی پابندی اس وجہ سے عائد کی جائے کہ وہ بار بار حرمین کیوں جاتے ہیں؟ان کی وجہ سے رش ہوتا ہے'یہ رقم عائد کرنے سے بار بار آنے والوں کی روک تھام ہوسکے گی'بار بار آنا گویا کہ بزبان حال جرم ہے'یہ رقم اس جرم کی مالی سزا ہے تو ایسی سزا مقرر کرنے والے پالیسی سازوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ فقہی اصطلاح میں اسے''تعزیر مالی''یا''غرامہ ما لیۃ''یعنی مالی جرمانہ کہا جاتا ہے جو کہ کسی واقعی شرعی جرم کی سزا کے طور پر عائد کیا جائے تو بھی حرام ہے'چہ جائیکہ کسی بڑی عبادت کو جرم قرار دے کر اس کی ادائیگی پر عائد کیا جائے۔اگر کوئی مالی جرمانے اور عبادت پر جرمانے کو جائز سمجھتا ہو تو اسے باور کرایا جائے کہ کم از کم فقہ حنفی میں تو مالی جرمانہ کی گنجائش نہیں ہے'بلکہ فقہ حنفی میں تو یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ مالی جرمانہ کی اگر کہیں گنجائش ملتی بھی ہو تو حاکمان